https://doi.org/10.58352/tis.v48i1.718

The Islamic Culture
Bi-Annual Research & Refereed Journal
Published by
Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of Karachi
الثقافة الإسلامية
ISSN (Print) : 1813-775X
ISSN (Online) : 2663-1709

سلطنت عثمانیہ کے لئے کوپریلی خاندان کی خدمات کا تاریخی جائزہ

HISTORICAL ANALYSIS THE SERVICES OF THE KOPRULU FAMILY TO THE OTTOMAN EMPIRE

Dr. Faizan Ahmed
HOD Islamic History, SZAB Govt. Degree Boys College, Karachi

Dr. Farzana Jabeen
Assistant Professor, Dept of Islamic History, University of Karachi

Abstract:

The koprulu era (1656- 1703) was a period in which the Ottoman Empire's politics were frequently dominated by a series of grand viziers from the koprulu family. The koprulu era is sometimes more narrowly defined as the period from 1653- 1683, as it was during those years that members of the family held the office of grand vizier uninterruptedly, while for the remainder of the period they occupied it only sporadically. The koprulu household, the most powerful vizierial household in the seventieth century, this article sheds light on the efficiency of the koprulu households. Thanks to their long-lasting incumbency. The koprulu grand viziers managed to establish a large network stretching from the provinces to the central bureaucracy. The koprulu were generally skilled administrators, and are credited with reviving the empire's fortunes after a period of military defeat and economic instability. Numerous reforms were instituted under their rule, which enabled the empire to resolve its budget crises and stamp out factional conflict in the empire.

Keywords: Ottoman, Koprulu, Viziers, Incumbency, Sporadically

سترہویں صدی عیسوی میں اگرچہ بحیثیت مجموعی امتِ مسلمہ زوال کا شکار تھی۔ماضی مستقبل سے بہتر لگ رہا تھا، دمشق، بغداد، اندلس اور خراسان کی شان و شوکت قصہ پارینہ ہو چکی تھی۔اگرچہ تہذیب اسلامی روبہ زوال تھی، مسلمانوں کے ایک گروہ نے ایک آخری بھرپور کوشش کی کہ کسی طور پر بقائے باہمی ممکن بنا سکے۔ یہ عثمانی ترک تھے، بیشتر دنیا ان کی طاقت کے آگے لرزاں تھی۔ سلطنت عثمانیہ کا شمار اپنے وقت کی

عظیم سلطنتوں میں ہوتا تھا۔اس کی حدودِ حکومت ایشیاء، یورپ اور افریقہ تین براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی۔اسلامی مشرق ایران سے مراکش تک ترکوں کے زیر فرمان تھا، ایشیائے کوچک میں ان کی حکومت تھی اور یورپ میں آگے بڑھتے ہوئے وہ ویانا کی دیواروں تک پہنچ گئے تھے۔ بحر متوسط کے وہ تنہا مالک تھے۔روم کے علاوہ قدیم دنیا کا ہر مشہور شہر سلطنت عثمانیہ کے زیر فرمان تھا۔

سلطنت عثمانیہ کے نظامِ حکومت میں مرکزی حیثیت سلطان یا خلیفہ کو حاصل ہوتی تھی اور سلطان کے بعد سب سے اہم عہدہ وزیراعظم یا صدر اعظم کا ہوتا تھا، اِسے بے پناہ اختیارات حاصل ہوتے تھے۔سلیمان قانونی کے دور کے بعد سے اس کے جانشینوں نے دربار میں آنا اور اہم اجلاسوں میں شرکت کرنا چھوڑ دیا تھا۔جس کی وجہ سے تمام تر انتظامی اختیارات وزیراعظم کے پاس چلے گئے تھے اور اسے بہت زیادہ مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ سلطان کی غیر موجودگی میں دیوان کے اجلاس کی صدارت وزیراعظم ہی کیا کرتے تھے۔دیگر وزراء کے مقابلے میں بھی صدر اعظم کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی تھی۔کیونکہ مہر سلطانی وزیراعظم کے پاس ہوتی تھی۔دیوان کا اجلاس بھی وزیراعظم ہی طلب کرتا تھا جو کہ توپ کاپی محل میں منعقد ہوتا تھا۔سلطنت عثمانیہ کے مشہور وزرائے اعظم میں محمد صوقوللی، قرہ مصطفی پاشا اور محمد کوپریلی سمیت دیگر وزراء قابل ذکر ہیں۔

۱۶۵۶ء سے ۱۷۰۳ء کے دوران جب کمزور سلطان خلافت عثمانیہ کے تخت پر بیٹھے اس زمانہ میں کوپریلی خاندان نے امور سلطنت کو اِس خوش اسلوبی سے سنبھالا کہ ہم سلطنت عثمانیہ کے لئے کوپریلی خاندان کی خدمات کا تقابل خلافت عباسیہ کے خاندانِ برآمکہ سے کرسکتے ہیں۔اِس خاندان میں سلطنت عثمانیہ کے انحطاط کے ابتدائی دور کے ممتاز ترین سیاستدان پیدا ہوئے۔

سلطنت عثمانیہ کا نظام جمہوریت پر مبنی تھا۔اس میں ایک ادنی شخص بھی اعلیٰ صلاحیتوں کا مظاہرہ کر کے بلند ترین منصب تک پہنچ سکتا تھا ۔اس کی سب سے بہترین مثال کوپریلی خاندان تھا۔کوپریلی خاندان کا پہلا فرد محمد کوپریلی نوجوانی میں شاہی مطبخ میں باورچی کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔لیکن اس میں ذہانت اور صلاحیتیں دیکھتے ہوئے اربابِ حل وعقد نے اُسے آگے بڑھایا اور وہ سب سے اعلیٰ منصب وزیراعظم کے عہدے تک پہنچ گیا تھا۔(۱)

سترہویں صدی کے وسط تک آتے آتے سلطنت عثمانیہ کے زوال کی رفتار تیز ہوگئی تھی اور حالت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ اطالوی بحری ریاست وینس نے عثمانی بحری بیڑے کو درہ دانیال کے قریب شکست دے کر جزائر لیمیناس اور ٹینڈا اس پر قبضہ کر کے دردانیال کے دہانہ کی ناکہ بندی کردی تھی۔جس کی وجہ سے دارالحکومت استنبول کی رسد کا راستہ بند ہوگیا تھا۔(۲)۔دارالسلطنت میں سخت گرانی پھیل گئی تھی، ان بیرونی حملوں کے علاوہ سلطنت کے اندرونی حصہ میں ہر طرح کی بدامنی اور بدنظمی پھیلی ہوئی تھی۔اس دوران ترک قوم کی رگِ حمیت بیدار ہوئی اور تمام جماعتوں نے ذاتی اغراض کو بالائے طاق رکھ کر ایسے شخص کو تلاش کیا جو کہ معاملات اپنے ہاتھ میں لے کر تمام خرابیوں کی اصلاح کرے۔اس موقع پر سلطان کی والدہ نے وزیراعظم کے عہدے کیلئے محمد کوپریلی کو منتخب کیا۔جس نے پانچ برس کے مختصر عرصے میں تمام شعبوں کی کامل اصلاح کر کے سلطنت کو دوبارہ طاقتور بنادیا تھا۔(۳)

محمد کوپریلی ۱۶۵۶ء میں ستر برس کی عمر میں وزیراعظم مقرر ہوا۔(۴)۔اس کا تعلق البانیہ سے تھا۔محمد کا دادا سولہویں صدی عیسوی میں اپنا آبائی وطن ترک کر کے ایشیائے کوچک میں اماسیا کے ایک قصبہ کوپری میں آباد ہوا۔(۵)۔محمد کوپریلی سلطنت عثمانیہ کے حالات سے بخوبی آگاہ تھا۔وہ جانتا تھا کہ ینی چری کے سپہ سالار اور حرم، حکومتی معاملات میں دخل اندازی کرتے رہتے ہیں۔اس لیے اس نے وزیراعظم کا عہدہ قبول کرنے کے لئے چند شرائط پیش کیں مثلاً ٭وزیراعظم تمام عہدوں پر جس کو مناسب سمجھے گا مقرر کرے گا، سزادے گا یا انعام دینے کا حقدار

ہو گا، وہ کسی سفارش کو ماننے کا پابند نہ ہو گا اور سلطان اس پر کامل اعتماد کرے گا اور اس کے خلاف تمام شکایات کو مسترد کر دے گا۔(۶)۔ سلطان محمد چہارم کی حمایت اور ان غیر محدود اختیارات کے ساتھ محمد کوپریلی نے سلطنت کی اصلاح کا کام شروع کیا۔

محمد کوپریلی نے سب سے پہلے انتظامی شعبوں میں اپنے حامیوں کو تعینات کیا۔ اس نے حرم سرا کے آغا، خزانچی، بحریہ کے سربراہ اور شیخ الاسلام کو تبدیل کیا۔ کیونکہ یہ لوگ دربار میں اثرورسوخ رکھتے تھے اور اِن لوگوں نے ناجائز ذرائع سے بہت زیادہ دولت جمع کی تھی۔ دارالحکومت استنبول میں استحکام قائم کرنے کے بعد محمد کوپریلی نے بحری طاقت بڑھانے پر خصوصی توجہ دی۔ وزیراعظم نے ایک جدید بحری بیڑہ تیار کرا کر امیر البحر طوپال پاشا(Topal pasha) کی قیادت میں استنبول کی بحری ناکہ بندی ختم کرانے کے لئے روانہ کیا۔ لیکن اس میں ناکامی ہوئی۔ جس کے بعد وزیراعظم نے عثمانی امیر البحر طوپال پاشا سمیت تمام بڑے افسران کے سر قلم کرادیئے تھے۔(۷)۔ اس کے بعد محمد کوپریلی نے خود بحری بیڑہ کی قیادت کرتے ہوئے وینس سے دردانیال کی ناکہ بندی ختم کرائی۔(۸)

وزیراعظم محمد کوپریلی نے کریٹ کا محاصرہ جو محمد رابع کے ابتدائی عہد میں فوج کی سرکشی کی وجہ سے کمزور ہو گیا تھا اس کو دوبارہ جاری کرایا۔ اس کے بعد محمد کوپریلی کا ارادہ وینس کے خلاف مزید کاروائیاں کرنے کا تھا۔ اس دوران ٹرانسلوانیا (Transylvania) کے حالات کی وجہ سے وہ وینس کے خلاف کارروائی نہ کر سکا۔ ٹرانسلوانیا کے بادشاہ جارج راکوزی(George Rakoczy) (۱۶۴۸ء-۱۶۶۰ء) نے خطے میں پروٹسٹنٹ عیسائیوں کا عظیم بادشاہ بننے کا خواب دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس نے سوئیڈن(Sweden) کے بادشاہ چارلس دہم گستاف(Charles X Gustav) سے دسمبر ۱۶۵۶ء میں معاہدہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ جارج راکوزی نے سلطنت عثمانیہ کی باجگذار عیسائی ریاستوں ولاچیا اور مالدویا کو بھی اس مہم میں شریک کر لیا تھا۔(۹)۔ ان سب عیسائی ریاستوں نے ٹرانسلوانیا کی طرح پیشقدمی شروع کر دی تھی۔ عیسائی ریاستوں کے اس اتحاد کی وجہ سے خطے میں طاقت میں عدم توازن پیدا ہو گیا تھا۔ اس موقع پر وزیراعظم محمد کوپریلی نے سلطان سے عرض کی کہ جارج راکوزی کے بڑھتے ہوئے عزائم کو روکنے کے لئے فوری کاروائی کی ضرورت ہے، کہیں وہ جنوب مشرقی یورپ کو فتح کر کے بہت طاقتور نہ ہو جائے۔ اس لئے ٹرانسلوانیا کی مدد کرنا ضروری ہے۔

وزیراعظم محمد کوپریلی کے حکم پر خان کریمیا نے ایک لشکر جرار لیکر ٹرانسلوانیا پر چڑھائی کر دی۔ دوسری جانب سے عثمانی فوج بھی محمد کوپریلی کی قیادت میں ٹرانسلوانیا میں داخل ہو گئی۔ جس کے نتیجے میں جارج راکوزی اور اس کے اتحادیوں کی طاقت دو محاذوں میں تقسیم ہونے کی وجہ سے انہیں شکست ہوئی۔ محمد کوپریلی نے ٹرانسلوانیا کا امیر بارکے ایکوس(Barcsay ekos) کو بنایا۔(۱۰)۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ سلطنت عثمانیہ کو خراج ادا کرتا رہے گا۔ وزیراعظم محمد کوپریلی نے یانووا(Yanova)، سی بیس(Sebes) اور لوگوس (Logos) کے قلعوں میں احتیاطی تدابیر کے پیش نظر عثمانی فوجی دستے تعینات کر دیئے تھے۔ لیکن ۱۶۶۰ء میں سلطنت ھیپسبرگ میں روپوش سابق امیر ٹرانسلوانیا جان راکوزی کی وفات کے بعد اس کا جانشین کیمینے جانوس(Kemeny Janos) کو مقرر کیا گیا۔ جسے سلطنت ھیپسبرگ کی مکمل حمایت حاصل تھی۔ جان کیمینے نے سازش کے ذریعے ٹرانسلوانیا کے امیر بارکے ایکوس کو قتل کرادیا تھا۔ جس کے بعد ٹرانسلوانیا کے دربار نے باب عالی کے مشورے سے اپافی میحائل(Apaffy Mihail) کو ٹرانسلوانیا کا امیر منتخب کر لیا تھا۔ کیمینے جانوس نے سلطنت ھیپسبرگ کی پشت پناہی کے بل بوتے پر ٹرانسلوانیا کے اقتدار پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ جسے عثمانی فوجی دستوں نے ناکام بنادیا تھا۔

وزیراعظم محمد کوپریلی کی اصلاحات کی وجہ سے سلطنت میں استحکام آرہاتھا۔ جس کی وجہ سے سرکش عناصر اور بدعنوان گورنروں میں تشویش کی لہر پیدا ہوئی۔ اس لئے حلب کے گورنر اباز احسن پاشا(Abaza Hasan Pasha) کی قیادت میں شام اور جنوب مشرقی اناطولیہ کے صوبائی اور ڈسٹرکٹ گورنروں نے بغاوت کردی تھی۔(۱۱)۔ اباز احسن پاشا کی قیادت میں ۱۶۵۸ء کے موسم سرما کے وسط میں تیس ہزار باغی وسطی اناطولیہ کے علاقے قونیہ میں جمع ہوگئے تھے۔ ان باغیوں میں دمشق، اور انادولو(Anadolu) کے علاقوں کے گورنر سمیت پندرہ دیگر وسابقہ گورنر بھی شامل تھے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ وزیراعظم محمد کوپریلی کو عہدے سے برطرف کرکے دمشق کے گورنر طیارزادے احمد پاشا(Tayyarzada Ahmed Pasha) کو وزیراعظم بنایاجائے۔ جس کا باپ مراد چہارم کے دور میں وزیراعظم کے منصب پر فائزرہ چکا تھااور اس کا ایک بھائی شام میں رقہ (Raqqa) کا گورنر تھا۔(۱۲)

اباز احسن پاشا کی سرکردگی میں باغی پیشقدمی کرتے ہوئے بُرصہ تک پہنچ گئے تھے اور اباز انے سلطان کی جانب سے متعدد عہدوں کی پیشکشوں کو مسترد کردیا تھا۔ اباز احسن پاشا کو اتنی طاقت حاصل ہوگئی تھی کہ وہ اناطولیہ کے علاقے میں ایک نئی سلطنت مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اناطولیہ کے علاقے میں اب تک جتنی بھی بغاوتیں ہوئیں اس میں باغی اپنے آپ کو سلطان کا خادم کہتے تھے۔ لیکن حلب کے گورنر کی بغاوت اس لئے مختلف تھی کیونکہ وہ سلطان بننے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ یہ بغاوت ایک ایسے وقت میں کی گئی تھی جب عثمانی فوجیں ٹرانسلوانیامیں بغاوت کو فرو کرنے میں مصروف تھیں۔

اس خطرناک صورتحال کو دیکھتے ہوئے سلطان نے وزیراعظم محمد کوپریلی کو ٹرانسلوانیا سے واپس آنے کے احکامات جاری کئے۔ محمد کوپریلی حالات سے آگاہ ہوتے ہی استنبول پہنچ گیااور باغیوں سے نمٹنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ وزیراعظم محمد کوپریلی فوجی دستے لے کر آبنائے باسفورس کے قریب پہنچاتو اس نے تمام فوجی دستوں کو چھ ماہ کی پیشگی تنخواہ ادا کردی۔ اس کے ساتھ ہی وزیراعظم نے اپنے جاسوس باغیوں کے لشکر میں بھیجے۔ جنھوں نے بڑی رشوتیں دے کر اباز احسن کے ساتھیوں کو ساتھ ملالیا تھا۔ اس دوران باغیوں اور شاہی فوجوں میں جھڑپیں ہوتی رہیں۔ جس میں باغیوں کو شدید جانی ومالی نقصان اٹھانا پڑا۔ جس کی وجہ سے بڑی تعداد میں باغی اباز احسن سے علیحدہ ہوگئے تھے۔(۱۳)۔ اس کے بعد عثمانی حکام نے فروری ۱۶۵۹ء میں اباز احسن پاشا کو اس کے تمام قریبی ساتھیوں سمیت قتل کردیا تھا۔(۱۴)۔ قتل ہونے والوں میں طیارزادے احمد پاشا، کنعان پاشا(Kenan Pasha) سمیت متعدد باغی گورنر بھی شامل تھے۔ تمام باغیوں کے سر قلم کرکے دارالحکومت استنبول بھیج دیئے گئے تھے اور ان کی لاشیں حلب کے دروازے پر لٹکادی گئی تھیں تاکہ لوگ عبرت حاصل کرسکیں۔(۱۵)

اباز احسن پاشا کی بغاوت کے استیصال کے بعد محمد کوپریلی نے پورے اناطولیہ میں اپنے جاسوس روانہ کئے۔ جنھوں نے ملک میں انتشار اور بدامنی پھیلانے والے عناصر کو بڑی تعداد میں قتل کیا۔ قتل ہونے والوں میں قاضی، فوجی افسران، تاجر، استاد وغیرہ شامل تھے۔ غرض کہ ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد جس نے بھی معاشرے میں انتشار پھیلانے کی کوشش کی اسے قتل کردیا گیا۔(۱۶)

وزیراعظم محمد کوپریلی کے پانچ برس کے دورِوزارت میں چھتیس ہزار افراد کو اس کے حکم سے پھانسی دی گئی یا قتل کیا گیا۔ اس کی دور رس نگاہیں سلطنت کے گوشے گوشے میں غداروں اور بدعنوانوں کو تلاش کرتی رہیں۔ شاہی جلاد کے بیان کے مطابق گذشتہ پانچ برس کے دوران اس نے اپنے ہاتھوں سے چار ہزار افراد یعنی اوسطا تین افراد روز کے حساب سے پھانسی دی تھی۔(۱۷)۔ وزیراعظم محمد کوپریلی کے دورِوزارت کے دوران استنبول میں ایک درویش استوانی محمد آفندی (Ustuvani Mehmed Effendi) کی قیادت میں درویش گروہ نے فساد مچار کھا تھا۔

وزیر اعظم نے ان سب کو قبرص کی طرف جلاوطن کیا۔(۱۸)۔اسی دوران یونانی بطریق اعظم کا ایک خط پکڑا گیا جو اس نے ولاچیا کے حکمران کو لکھا تھا کہ اس میں کہا گیا تھا کہ

" اسلام کی طاقت ختم ہو رہی ہے اور جلد ہی صلیب سب پر حاوی ہو جائے گا اور اسلام کی تمام زمینوں پر عیسائیوں کا جلد ہی قبضہ ہو جائے گا اور پوری سلطنت میں گرجاگھروں کی گھنٹیاں سنائی دیں گی" محمد کوپریلی نے یہ دیکھتے ہوئے کہ سلطنت عثمانیہ میں بغاوت کی تیاری ہو رہی ہے یونانی بطریق اعظم کو پھانسی دے دی اور اس کی لاش استنبول کے داخلی دروازے پر لٹکادی تا کہ لوگوں کے لئے عبرت ہو سکے۔(۱۹)

۱۶۶۱ء میں محمد کوپریلی نے وفات پائی۔ انتقال سے پہلے اس نے اپنے لڑکے احمد کوپریلی کو اپنا جانشین نامزد کروایا تھا، مرتے وقت بھی وہ سلطنت کی فلاح و بہبود سے غافل نہ تھا، چنانچہ اس نے سلطان سے مندرجہ ذیل چار نصیحتوں پر خاص طور سے کاربند رہنے کی تاکید کی۔

۱۔ عورتوں کا مشورہ کبھی نہ سنا جائے۔

۲۔ کسی رعیت کو حد سے زیادہ دولت مند نہ ہونے دیا جائے۔

۳۔ سلطنت کا خزانہ ہمیشہ پُر رکھا جائے۔

۴۔ سلطان خود ہمیشہ گھوڑے کی پیٹھ پر رہے اور فوج کو ہمیشہ حرکت میں رکھے۔(۲۰)

محمد کوپریلی کی وفات کے بعد احمد کوپریلی (۱۶۷۶ء۔۱۶۶۱ء) تک سلطنت عثمانیہ کا وزیر اعظم رہا۔ وزیر اعظم کا منصب سنبھالتے وقت احمد کوپریلی کی عمر صرف چھبیس برس تھی۔ محمد کوپریلی نے احمد کو بہترین تعلیم دلوائی اور انتظام سلطنت کی تعلیم خود اپنی نگرانی میں دی اور صوبہ ارض روم (Erzurum) کی ولایت دے کر وزیر اعظم کے منصب کے لئے بھی تیار کیا تھا۔(۲۱)۔ سلطنت عثمانیہ کی تاریخ میں یہ پہلی بار ہوا تھا کہ باپ کے بعد اس کا بیٹا وزیر اعظم کے عہدے پر فائز ہوا۔(۲۲)۔ احمد کوپریلی نے سلطنت کے اہم شعبوں میں کوپریلی خاندان سے تعلق رکھنے والے افراد بڑی تعداد میں تعینات کئے ۔جس کی وجہ سے کوپریلی خاندان کی گرفت مرکزی نظام حکومت پر مزید مضبوط ہو گئی تھی۔(۲۳)۔ احمد کوپریلی کو ترکی کا عظیم ترین مدبر بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ محمد کوپریلی کی طرح اِس کا عزم بھی اتنا ہی راسخ اور فرائض کا احساس اتنا ہی شدید تھا۔ تعلیمی اعتبار سے وہ اپنے باپ پر فوقیت رکھتا تھا۔ مزید یہ کہ باپ کی مثال نے اس کے طاقت و تجربہ میں بے پناہ اضافہ کر دیا تھا، بحیثیت منتظم وہ بے مثال تھا۔(۲۴)

احمد کوپریلی نے سلطنت میں امن وامان کے لئے اپنے والد کی طرف سے شروع کی گئی متشدد کارروائیوں کو روک دیا۔ کیونکہ سلطنت میں استحکام آگیا تھا اور ملک سے اقرباپروری ختم ہو گئی تھی۔ احمد نے خارجہ پالیسی پر خصوصی توجہ دی اور اس بات پر نظر رکھی کہ آسٹریا دوبارہ ٹرانسلوانیا کے معاملات میں مداخلت نہ کرے۔ لیکن جب اس خطے میں عدم مداخلت کی تجویز کو آسٹریا نے مسترد کر دیا تو احمد کوپریلی ایک لاکھ فوج لے کر بوداسے روانہ ہوا۔ ہنگری اور ٹرانسلوانیا کے میدانی علاقے کو فتح کرتا ہوا احمد کوپریلی نے ہنگری کی کلید اور اس کے سب سے مضبوط قلعے نوہزل (Neuhausel) کو ۱۶۶۳ء میں فتح کیا۔(۲۵)۔ یہ قلعہ ہنگری کے لئے کلید اور سدِ سکندری سمجھا جاتا تھا اس فتح کے بعد ہنگری کے پورے علاقے پر ترکوں کا رعب وداب دوبارہ قائم ہو گیا۔ قلعہ نوہزل کے فتح ہو جانے کے بعد پوپ الیگزینڈر ہفتم (Alexander VII) کی سربراہی میں ایک صلیبی اتحاد قائم ہوا۔ جس نے آسٹریا کو سلطنت عثمانیہ کے خلاف جارحانہ کارروائی کا موقع فراہم کیا۔(۲۶)۔ صلیبی لشکر میں

آسٹریا، اسپین، فرانس اور جرمنی کے دستے شامل تھے۔ مسیحی لشکر اور عثمانیوں کے درمیان سینٹ گاتھرڈ (Saint Gothard) کے میدان میں ۱۶۶۴ء میں جنگ ہوئی۔(۲۷)۔ جس میں عثمانی فوج کو شدید جانی ومالی نقصان اٹھانا پڑا اور دس ہزار سے زائد عثمانی فوجی جنگ میں مارے گئے۔ اس جنگ میں عثمانیوں کی شکست کا سبب یہ تھا کہ عثمانیوں کے مقابلے میں دیگر قوموں نے فنون جنگ میں بہت زیادہ ترقی کر لی تھی لیکن عثمانی فوج ابھی تک سلیمان قانونی کے زمانے کی ترتیب و اسلحے سے لیس ہو کر جنگ لڑ رہی تھی۔ اس کے علاوہ اقربا پروری اور نااہل افسران کے تقرر نے عثمانی فوج کی تنظیم و تربیت کو بھی متاثر کیا تھا۔ اس جنگ کے بعد احمد کوپریلی کی بہترین سفارتکاری کی بدولت جو صلح نامہ مرتب ہوا وہ بیس برس کے لیے تھا۔ اس معاہدہ کو تاریخ میں صلح نامہ واسوار (Vasvar) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس معاہدے کی رو سے آسٹریا نے ٹرانسلوانیا پر سلطنت عثمانیہ کی سیادت کو تسلیم کرتے ہوئے سلطنت عثمانیہ کے حمایت یافتہ حکمران اپافی (Apafy) کو ٹرانسلوانیا کا نیا حکمران تسلیم کر لیا تھا۔ سینٹ گاتھرڈ کے میدان میں اگرچہ عثمانیوں کو شکست ہوئی تھی لیکن احمد کوپریلی نے بہترین سفارتکاری کے ذریعے صلح نامہ واسوار کے تحت سلطنت عثمانیہ کے مقبوضات میں اضافہ کر دیا تھا۔

اس کے بعد احمد کوپریلی نے کریٹ (Crete) کے محاصرے کی طرف توجہ دی۔ جزیرہ کریٹ کے دارالحکومت کینڈیا (Candia) کا محاصرہ بیس برس سے جاری تھا اور اہل وینس موروسینی (Morosini) کی قیادت میں بھرپور مدافعت کر رہے تھے۔ اس محاصرے کے دوران وینس نے متعدد بار وزیر اعظم احمد کوپریلی کو ایک خطیر رقم کی پیشکش کی۔ جس کے جواب میں احمد کوپریلی نے کہا کہ "ہم لوگ دولت کے پجاری نہیں ہیں اور ہم کینڈیا کو فتح کرنے آئے ہیں اس کے علاوہ کوئی قیمت کینڈیا کی نہیں ہے"۔(۲۸)۔ لیکن اس دوران ۱۶۶۹ء میں فرانسیسی بحری بیڑہ کے کریٹ کو بچانے کے لئے آنے کی وجہ سے محصورین نے مدافعت مزید تیز کر دی تھی۔ فرانسیسی بحری بیڑہ کا امیر البحر ڈک دی نوئیلیز (Duc de Noailles) تھا۔ اس کے ساتھ چھ ہزار سپاہی آئے تھے۔ فرانسیسی بحری بیڑہ کے ساتھ ساتھ پاپائے روم اور نائٹس آف مالٹا کے بحری بیڑہ بھی کریٹ کے محصورین کی مدد کے لئے پہنچ گئے تھے۔ اس طرح متحدہ بحری بیڑہ کے جہازوں کی تعداد ستر تک ہوگئی تھی۔ اس بحری بیڑہ نے سمندر سے عثمانیوں پر گولہ باری کی اور محصورین نے قلعے سے عثمانیوں پر گولہ باری کی۔ اہل وینس کا خیال تھا کہ دوطرفہ حملے سے ترک پسپا ہو جائیں گے۔(۲۹)۔ لیکن وزیر اعظم احمد کوپریلی کی مستقل مزاجی کے سبب کریٹ جیسا اہم جزیرہ سلطنت عثمانیہ میں شامل ہوا۔ کریٹ کو فتح کرنے کے لئے عثمانی فوج نے آخری تین برس کے دوران احمد کوپریلی کی قیادت میں ۵۶ چھپن حملے کئے اور محصور دستوں نے ۹۰ نوے مرتبہ باہر نکل کر حملہ کیا۔ ۱۳۰۰ تیرہ سو سے زائد بارودی سرنگیں بچھائی گئیں۔(۳۰)۔ لیکن احمد کوپریلی کی قیادت میں عثمانیوں نے کریٹ کا محاصرہ کر کے اس کے دارالحکومت کینڈیا کو فتح کر لیا۔ جس کے بعد اطالوی ریاست وینس نے ۱۶۶۹ء میں سلطنت عثمانیہ سے ایک معاہدہ کیا۔ جس کی رو سے وینس نے کریٹ پر سلطنت عثمانیہ کی سیادت کو تسلیم کر لیا تھا۔(۳۱)

۱۶۷۰ء میں یوکرین کے قزاقوں نے جو پولینڈ کی رعایا سمجھے جاتے تھے، حکومت پولینڈ سے کچھ مراعات کا مطالبہ کیا تھا۔ جسے پولینڈ کی حکومت نے مسترد کرتے ہوئے قزاقوں کے خلاف کاروائی شروع کی۔ پولینڈ سے مقابلے کے لئے قزاقوں کے سردار ڈوریس سینسکو (Dorescensko) نے سلطان محمد چہارم کے دربار میں پیش ہو کر مدد کی درخواست کی۔(۳۲)۔ سلطان نے اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے یوکرین کو سلطنت عثمانیہ کا ایک صوبہ قرار دیا اور ڈوریس سینسکو کو یوکرین کا گورنر مقرر کر دیا۔(۳۳) اور اس کے ساتھ ایک فوجی دستہ بھی قزاقوں کی حفاظت کے لئے یوکرین بھیج دیا۔ جس کے خلاف پولینڈ اور روس نے سلطنت عثمانیہ سے احتجاج بھی کیا۔ لیکن سلطان محمد چہارم نے قزاقوں کی حمایت جاری رکھی۔ جس کے بعد ۱۶۷۲ء میں سلطنت عثمانیہ اور پولینڈ میں جنگ کا آغاز ہوا۔ سلطان محمد چہارم کی سربراہی میں عثمانی

فوج نے عسکری اور جغرافیائی لحاظ سے اہم قلعے پوڈولیا(Podolia)اور اس کے بعد لمبرگ (Lemberg) شہر کو فتح کیا۔ ۱۶۷۲ء میں پولینڈ اور سلطنت عثمانیہ کے درمیان صلحنامہ بوزاکس (Buczacz) پر دستخط ہوئے۔(۳۴)

لیکن ۱۶۷۳ء میں شاہ پولینڈ کاسی میر (Casimir) کے انتقال کے بعد جان سوبیسکی (John Sobieski) شاہ پولینڈ بنا تو اس نے یوکرین پر فوج کشی کر کے صلحنامہ بوزاکس کو توڑ دیا۔ جس کے بعد عثمانی فوج نے احمد کوپریلی کی قیادت میں پولینڈ میں داخل ہو کر سوبیسکی کو جنگ زورانو (Zurawno) میں شکست دی۔ سلطنت عثمانیہ اور سوبیسکی کے درمیان ۱۶۷۶ء میں صلحنامہ زورانو پر دستخط ہوئے۔(۳۵)۔ اس معاہدے کی رُوسے پولینڈ نے پوڈولیا اور یوکرین پر سلطنت عثمانیہ کی سیادت کو تسلیم کر لیا تھا۔ اس صلحنامہ کے بعد احمد کوپریلی کا انتقال ہو گیا۔

چنانچہ ۱۶۷۶ء میں احمد کوپریلی کی وفات کے بعد ہر ایک کو امید اور توقع تھی کہ سلطان محمد چہارم مرحوم وزیر اعظم کے بھائی مصطفی کوپریلی کو وزیر اعظم بنائیں گے۔ مگر عثمانی قوم کی بدقسمتی سے سلطان نے قوم وسلطنت کے مفاد پر خویش پروری کو غالب آجانے دیا اور اپنے داماد قرہ مصطفی کو اس عہدہ پر مامور کر دیا۔ آخر کار جب تیرہ برس کی مسلسل ناکامیوں اور تباہیوں نے سلطنت کا تقریباً کام تمام کر دیا تو اس وقت پھر اس نامور خاندان کی طرف رجوع کیا گیا جو کہ اس سے پہلے بھی سلطنت عثمانیہ کو شکستوں کی دلدل سے نکال چکا تھا۔ اس لئے نومبر ۱۶۸۹ء میں ادرنہ میں سلطنت عثمانیہ کے ارباب حل وعقد کا اہم اجلاس ہوا۔ جس میں سلطنت کی زبوں حالی کا جائزہ لیا گیا۔ اس موقع پر اجلاس میں شریک تمام افراد نے متفقہ طور پر وزیر اعظم کے لئے مصطفی کوپریلی کو نامزد کیا۔(۳۶)

وزیر اعظم کا منصب سنبھالتے وقت مصطفی کوپریلی کی عمر باؤن برس تھی۔ مصطفی اپنے باپ محمد اور بھائی احمد کے دور میں مختلف ذمہ دار عہدوں پر فرائض سرانجام دے چکا تھا، اسے امور سلطنت سنبھالنے میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ مصطفی کوپریلی نے منصب وزارت سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے مالی اصلاحات کی طرف توجہ مرکوز کی۔ مصطفی نے رعایا پر لگائے گئے غیر ضروری ٹیکس ختم کئے۔ امرائے سلطنت اور حکومت عہدیداروں، جنھوں نے غریب رعایا سے دولت چھین کر جمع کی تھی، ان پر بھاری ٹیکس عائد کئے۔ اس کے ساتھ مصطفی نے سابق وزرائے اعظم کے دور میں لگائے گئے بے جا اضافی ٹیکس ختم کر کے عوام سے ٹیکسوں کے بوجھ کو کم کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مصطفی کوپریلی نے نظام حکومت میں بھی اصلاحات کرتے ہوئے عمائدین سلطنت کی جانب سے سلطان کو تحائف دینے سے روک دیا گیا تھا۔(۳۷)

مصطفی نے فوج کے شعبہ کی طرف توجہ دی۔ فوج کی تنظیم نو کی اور فوج میں نئے نوجوان بھرتی کئے اور تمام آزمودہ کار سپاہیوں اور افسران کو جنہیں سابق وزرائے اعظم نے برطرف کر دیا تھا ان کی خدمات دوبارہ حاصل کی گئیں۔ آزمودہ کار فوجیوں کو نئے دستوں کی کمان سونپ دی گئی تاکہ نئے فوجی کُہنہ مشق فوجیوں کے تجربات سے فائدہ اٹھا سکیں۔(۳۸)۔ مصطفی نے انتظامی امور پر بھی توجہ دی اور تمام اہم صوبوں پر بااعتماد گورنروں کو تعینات کیا۔ مصطفی کوپریلی نے ترکی بحریہ کو مضبوط بنانے پر توجہ دی اور نئے بحری جہاز اور لائق افسران کا تقرر کیا۔ میر زادہ ابراہیم کو عثمانی بحریہ کا امیر البحر مقرر کیا۔ میر زادہ ابراہیم نے نیگروپونٹے میں وینس کے بحری بیڑے کو شکست دے کر اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوالیا تھا۔(۳۹)

مصطفی کوپریلی نے حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے سلطنت عثمانیہ کی عیسائی رعایا کے تالیفِ قلوب پر خصوصی توجہ دی، مصطفی نے تمام گورنروں کو احکامات صادر کئے کہ عیسائی رعایا پر سختی نہ کی جائے اور جزیہ کے علاوہ کوئی اور ٹیکس ان سے نہ لیا جائے۔ مصطفی نے عیسائیوں کو

سلطنت عثمانیہ کی حدود میں نئے گرجاگھر بنانے کی اجازت دی تھی۔ اس نے خاص کر استنبول کے عیسائیوں کو اجازت دی کہ اپنے قدیم گرجاگھر کی مرمت کرالیں اور وہ سابقہ قدیم رسم توڑ دی جس کے مطابق یہ لازم تھا کہ ٹوٹے ہوئے گرجاگھروں میں وہی پتھر اور لکڑی لگے گی جو ان میں پہلے سے لگی ہوئی ہو۔ مصطفی کوپریلی کا کہنا تھا کہ "اس دستور کے موجد بیوقوف تھے اور ان کی اتباع کرنے والے ان سے بڑھ کر بیوقوف تھے۔"(۴۰)

ان رعایتوں کی وجہ سے عیسائی رعایا میں سلطنت عثمانیہ کے لئے ہمدردی پیدا ہوگئی تھی۔ خاص کر یونانی کلیسا کے پیروکار سلطنت عثمانیہ کے حامی ہوگئے تھے۔ کیونکہ وینس نے یونان پر قبضہ کرکے کلیسائے یونان کے حامی عیسائیوں پر بہت مظالم کئے تھے۔ جس کے خلاف یونان میں کلیسائے یونان کے حامی عیسائیوں نے وینس کے خلاف بغاوت کردی تھی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مصطفی کوپریلی نے لاءبریس (Liberuez) نامی ایک یونانی عیسائی کو ایک فوج دے کر یونان روانہ کیا۔ جس کی مدد سے اہل یونان نے موروسینی اور وینس کی فوج کو شکست دے کر ملک سے باہر نکال کر دوبارہ سلطنت عثمانیہ کی سیادت کو قبول کرلیا تھا۔(۴۱)

مصطفی کوپریلی کے وزیر اعظم بنتے وقت آسٹریا کی فوجیں شمالی مقدونیہ کے قصبہ اسکوب (Skop) تک پہنچ گئی تھیں۔ مقدونیا کے سب سے بڑے پادری نے آسٹریا فوج کی حمایت کردی تھی جس کی وجہ سے صورتحال مزید خراب ہوگئی تھی۔ اس کے بعد ایک عیسائی سردار کارپوس (Karpos) نے سلطنت عثمانیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے کرال (Karal) کا قدیم لقب اختیار کرلیا تھا۔(۴۲)۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے مصطفی کوپریلی نے ادرنہ میں دیوان کا ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا۔ جس میں ہنگری کے سردار تکیلی خان، کریمیا کے گرائی خان سمیت دیگر اکابرین نے شرکت کی۔ اس میں طے پایا کہ خالد پاشا اور سلیم گرائی کی قیادت میں فوج مقدونیا روانہ کی جائے، کیونکہ اب سلطنت عثمانیہ کے یورپی مقبوضات پر قبضہ کے لئے آسٹریا کا راستہ مزید ہموار ہوگیا تھا۔ سلیم گرائی اور خالد پاشا کے دستوں پر مشتمل فوج نے آسٹریا، البانیا اور جرمنی کے متحدہ فوجی دستوں کو یکے بعد دیگرے دو معرکوں میں شکست دے کر مقدونیا اور اس کے گردونواح کے تمام اہم مقامات آسٹریا سے دوبارہ حاصل کرلئے تھے۔ اس کے بعد ۱۶۹۰ء میں مصطفی کوپریلی اور آسٹریا کی فوجوں کے درمیان ڈراگومان کے مقام پر ایک معرکہ پیش آیا۔ جس میں آسٹریا کی فوجوں کو شکست ہوئی۔ مصطفی کوپریلی کی قیادت میں عثمانی فوج نے نیش کو فتح کیا۔ جبکہ سلطنت عثمانیہ کے حمایت یافتہ ہنگری کے سردار تکیلی نے ٹرانسلوانیا کو دوبارہ فتح کرکے سلطنت عثمانیہ میں شامل کیا۔(۴۳)۔ مصطفی کوپریلی نے سمندریا جیسے اہم قلعے کو فتح کیا اور ودین اور بلغراد کو بھی فتح کرنے میں عثمانی فوج کو کامیابی حاصل ہوئی۔(۴۴)

اس دوران ۱۶۹۱ء میں سلطان سلیمان ثانی کی وفات ہوگئی۔ سلیمان ثانی کے انتقال کے بعد اس کا بھائی احمد ثانی ۱۶۹۱ء کو سلطنت عثمانیہ کے تخت پر متمکن ہوا۔ احمد ثانی نے بھی سلیمان ثانی کی پیروی کرتے ہوئے تمام اختیارات مصطفی کوپریلی کے حوالے کردیئے۔ اس دوران وزیراعظم مصطفی کوپریلی نے بلغراد میں فوجیں جمع کرکے آسٹریا سے مقابلے کی تیاری کی۔ عثمانی فوجوں اور آسٹریا کی فوجوں کے درمیان اگست ۱۶۹۱ء میں سلان کیمان (Salankeman) کے مقام پر جنگ ہوئی۔ جس میں مصطفی کوپریلی کی شہادت کی وجہ سے عثمانی فوج کے حوصلے پست ہوئے اور انہیں بدترین شکست ہوئی۔ آسٹریا کی فوج نے ترکوں کی ایک سو پچاس توپوں پر قبضہ کرلیا اور اس جنگ میں اٹھائیس ہزار ترک مارے گئے۔(۴۵)

اس کے بعد متعدد افراد وزارت اعظمی کے منصب پر فائز ہوئے لیکن وہ سلطنت عثمانیہ کو دوبارہ بام عروج پر نہیں پہنچا سکے اور خاص کر ۱۶۹۷ء میں زنتا (Zenta) کے مقام پر جنگ میں سلطنت عثمانیہ کی شکست ترکوں کے فوجی زوال کا ایک ایسا اعلان تھا۔ جس کی آواز یورپ کے دور دراز گوشوں میں پہنچی اور مغربی سلطنتیں اب اپنے آپ کو عثمانی حملوں سے بالکل محفوظ خیال کرنے لگی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ زنتا کی شکست

کے بعد سلطنت عثمانیہ کی حالت نہایت ابتر وکمزور ہوگئی تھی، اس مصیبت کے وقت میں سلطنت عثمانیہ کو بچانے کے لئے ایک بار پھر خاندان کوپریلی کا سہارا لیا گیا۔ اس نامور خاندان نے پھر ایک ایسا وزیر پیہم فراہم کیا۔ جو اسے سابق عروج تو نہ دلا سکا لیکن اسے مزید پستی میں گرنے سے روک دیا تھا۔ اس شخص کا نام حسین کوپریلی تھا جو کہ سابق وزیر اعظم محمد کوپریلی کا بھتیجا تھا۔ اگرچہ اوائل نوجوانی میں حسین کوپریلی ایک آزاد منش نوجوان تھا لیکن سلطنت ھیپسبرگ کے ہاتھوں ترکوں کی پے در پے شکستوں اور سلطنت عثمانیہ پر مصائب نازل ہونے سے اس کی کایا پلٹ دی تھی اور وہ ایک ذمہ دار انسان بن گیا تھا۔ اس نے پوری سرگرمی اور لیاقت سے ملکی خدمات سرانجام دینی شروع کر دیں۔ متعدد اہم مناصب پر فائز ہو کر فرائض منصبی کمال تندہی سے ادا کئے اور جب حسین کوپریلی کو ۱۶۹۷ء میں وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔(۴۶)۔ تو اس نے ثابت کر دیا کہ مالی اور انتظامی صیغوں کی اصلاح و درستی کے لئے جو اس کے خاندان کا خاصہ رہا ہے۔ اس کا انتخاب بالکل صحیح ہے۔ ۱۶۹۷ء میں وزیر اعظم مقرر ہونے کے بعد حسین کوپریلی نے سب سے پہلے فوجی نظام کو بہتر کرنے کی کوشش کی اور اس سلسلے میں مالیاتی نظام پر بھی خصوصی توجہ مرکوز کی۔ حسین کوپریلی نے کافی پر ٹیکس لگایا۔(۴۷)۔ حکومتی عہدیداروں کی آمدنی پر ٹیکس لگایا اور دیگر ذرائع سے بھی رقم حاصل کر کے قومی خزانے کو پُر کیا۔

سلطنت عثمانیہ کے یورپی مقبوضات کی حفاظت کے لئے پچاس ہزار پیادوں اور اڑتالیس ہزار سواروں کا لشکر تیار کیا۔(۴۸)۔ اس کے ساتھ ساتھ بحریہ کو مضبوط بنانے کے لئے بڑے پیمانے پر بحری جہاز تیار کرائے۔ ایک بحری بیڑہ کو بحیرہ روم میں اور ایک بحری بیڑہ کو بحر اسود میں تعینات کیا۔(۴۹)۔ حسین کوپریلی کے یہ اقدامات سلطنت عثمانیہ کو مزید بیخ کنی سے بچانے کے لئے مدافعانہ اقدامات تھے۔ ان اقدامات کی وجہ سے آسٹریا کی پیشقدمی رک گئی ۔ دوسری جانب وینس کو سلطنت عثمانیہ کے مقابلے میں متواتر فتوحات حاصل ہو رہی تھیں۔ لیکن نیگروپونٹے کے قریب عثمانی بحری بیڑہ نے وینس کو شکست دے کر جزیرہ کیوس(Chios) کو وینس کے قبضہ سے آزاد کرا لیا تھا۔

اس دوران روس سلطنت عثمانیہ کے لئے ایک بڑا خطرہ بن کر سامنے آیا۔ پیٹر دی گریٹ (۱۷۲۵ء۔۱۶۸۹ء) نے اپنی فوج کو جدید خطوط پر استوار کر کے ان کی از سر نو تنظیم و تربیت کی تھی۔ جس کی وجہ سے روسی فوج کی کارکردگی بہت بہتر ہوگئی تھی۔(۵۰)۔ روس بحر اسود پر مکمل کنٹرول حاصل کرنا چاہتا تھا اس مقصد کے لئے روسی فوج نے ۱۶۹۵ء میں جغرافیائی اور عسکری لحاظ سے اہم شہر ازوف(Azov) پر حملہ کیا جسے عثمانی فوج نے ناکام بنا دیا تھا۔ لیکن ۱۶۹۶ء میں پیٹر دی گریٹ نے گذشتہ خامیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے دوبارہ ایک بھرپور حملہ کر کے ازوف کو فتح کر لیا تھا۔(۵۱)۔ اس وقت سلطنت عثمانیہ چاروں طرف سے دشمنوں میں گھری ہوئی تھی اور حسین کوپریلی کے بہترین انتظام کے باوجود سلطنت عثمانیہ میں اب اتنا دم خم موجود نہیں تھا کہ وہ بیک وقت کئی محاذوں پر جنگ لڑ سکے۔ اس لئے جب برطانیہ اور ہالینڈ نے جنگ بندی کے لئے ثالثی کا کردار ادا کرنے کی پیشکش کی تو سلطنت عثمانیہ نے قبول کر لیا۔ کارلووٹز(Carlowitz) کے مقام پر سلطنت عثمانیہ، روس، پولینڈ، وینس، برطانیہ اور ہالینڈ کے نمائندوں کی صلح پر بات چیت شروع ہوئی۔(۵۲)

بہتر ۷۲ روز کی مشاورت کے بعد ۲۶ جنوری ۱۶۹۹ء کو معاہدہ کارلووٹز طے پایا۔ اس معاہدے کے مطابق ٹرانسلوانیا، ہنگری سمیت ان علاقوں پر جو دریائے مرویش(Marosch) کے شمال اور دریائے تھائیس(Theiss) کے مغرب میں واقع تھے یہ علاقے آسٹریا کو دے دیئے گئے۔ اس معاہدے میں آسٹریا کی حکومت نے عثمانی حکومت سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ سلطنت عثمانیہ اپنے قلمرو میں موجود کلیسائے روم کے حامی عیسائیوں کو پوری مذہبی آزادی دے گی۔ معاہدے کارلووٹز کی اس شرط نے آگے چل کر سلطنت عثمانیہ کے زوال کو تیز کرنے میں اہم کردار ادا

کیا۔اس شرط کی وجہ سے عیسائی ممالک کو سلطنت عثمانیہ کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کا موقع مل گیا تھا جس سے یورپی طاقتوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔(۵۳)

معاہدہ کارلووٹز کے بعد حسین کوپریلی نے ساری توجہ سلطنت عثمانیہ کے اندونی استحکام پر مرکوز کرلی تھی۔اس وقت سلطنت عثمانیہ کی داخلی صورتحال انتہائی ناگفتہ تھی، مصر، کریمیا، عرب، عراق اور افریقہ کے صوبہ جات میں بدامنی پھیل رہی تھی۔جس کا تدارک بہت ضروری تھا۔(۵۴)۔سب سے زیادہ خراب صورتحال عراق میں تھی۔جہاں مشہور نہر دیہ آب جو کہ دجلہ کو فرات سے ملاتی تھی،اس کے پشتے کمزور ہونے کی وجہ سے ٹوٹ گئے تھے۔جس کی وجہ سے دوآبہ جیسے زرخیز علاقے دلدل بن گئے تھے اور فصلیں تباہ ہوگئی تھیں۔ان تباہیوں کی وجہ سے رعایا محاصل اداکرنے سے قاصر تھی۔(۵۵)۔اس موقع پر مقامی حکام نے رعایا کی مدد کرنے کے بجائے ان سے محاصل وصول کرنے میں زیادہ سختی کا مظاہرہ کیا۔جس کی وجہ سے عراق کی عوام برانگیختہ ہوگئی تھی۔دوسری جانب شاہی خزانے میں پیسے کی قلت کی وجہ سے سلطان عرب کے بدوؤں کو حاجیوں کے قافلے کی حفاظت کے لئے جو معاوضہ بھیجتا تھا وہ ادا نہیں کیا جاسکا اور عرب بدوؤں نے حاجیوں کے قافلوں کو لوٹنا شروع کردیا۔جس سے صورتحال مزید خراب ہوگئی تھی۔حسین کوپریلی نے اپنے بہترین انتظام کی وجہ سے داخلی انتشار کو بڑی حد تک ختم کردیا تھا۔حسین کوپریلی نے زمینوں کو آباد کرنے پر خصوصی توجہ دی۔(۵۶)۔خاص کر قبرص(Cyprus)، عرفہ (Urfa)، ملاٹیا(Malatya) اورانطالیہ (Antalya)کی زرخیز زمینوں میں نئے کاشتکاروں کی اشد ضرورت تھی۔اس مقصد کے لئے خانہ بدوش قبائل کو منظم منصوبہ بندی کے تحت ان علاقوں میں آباد کیا گیا۔(۵۷)

حسین کوپریلی نے کوشش کی کہ سلطنت میں باقاعدہ فیکٹریاں لگائی جائیں اور وہ ایسی مصنوعات تیار کریں جو یورپی مصنوعات کا مقابلہ کرسکیں۔کیونکہ غیر ملکی مصنوعات کی بڑی تعداد میں درآمد کے نتیجہ میں سلطنت کی مقامی صنعتیں تباہ ہوگئی تھیں۔وزیراعظم نے سلطنت عثمانیہ کی عیسائی رعایاکے ساتھ بھی بڑی فراخدلی کا ثبوت دیا۔جس میں اس نے قلعہ تیمسوار کے عیسائیوں کا ایک برس کا جزیہ معاف کیا، صوبہ رومیلیا اور یونان کے عیسائیوں کے ٹیکس کہ پندرہ لاکھ کے بقایاجات تھے انہیں معاف کیا۔شام کے عیسائیوں کو سرکاری چراگاہ میں مویشی چرانے کی اجازت عام دے کر سلطنت عثمانیہ کا حامی بنانے کی کوشش کی۔حسین کوپریلی نے ینی چری کا از سرنو جائزہ لیا اور جو ینی چری فوجی خدمات سرانجام نہیں دے رہے تھے ان کی تنخواہ کے رجسٹر میں سے نام خارج کیئے۔(۵۸)

حسین کوپریلی نے بحری بیڑہ کو بھی از سرنو منظم کیا۔بحریہ کے لئے ایک جدید قانون نامہ مرتب کیا اور حسین پاشا کو امیر البحر بنایا۔جس نے وینس کو متعدد معرکوں میں شکست دی تھی۔(۵۹)۔وزیراعظم نے امیر البحر اور جہاز کے کپتانوں کے درمیان رابطہ بڑھانے کے لئے مزید تین عہدے تخلیق کئے۔

۱۔کپودانے　(Rear Admiral) Kapudane

۲۔دی پٹرونہ　(Vice admiral) Patrona

۳۔ریالے　(Staff admiral) Riyale

اس کے ذریعے سے بحریہ کے اندر پیغام رسانی کے نظام کو مزید مضبوط کیا گیا۔اس کے ساتھ ساتھ بحری فوج کو تنخواہوں کی ادائیگی کو یقینی بنایا گیا اور اس بات کا بھی انتظام یقینی بنایا گیا کہ اگر کوئی فوجی بوڑھا ہو جائے یا کسی حادثے کا شکار ہو جائے تو اسے پنشن کی سہولت لازمی دی جائے۔(۶۰)۔اس نے رفاہ عامہ کی عمارتیں، آبپاشی کی نہریں، پل، مساجد، مدارس، فوجی بیرکس اور تجارتی منڈیاں تعمیر کرائیں اور کارخانے لگانے

میں ہنر مندوں کی مدد کی تاکہ ترک ہنر مند یورپ کی مصنوعات کا مقابلہ کر سکیں۔(۶۱)۔ حسین کوپریلی نے بلغراد، تیمسوار اور نیش کے قلعوں کو مزید مضبوط کیا۔ اس کے بعد ۱۷۰۲ء میں خرابی صحت کی وجہ سے وزیر اعظم کے عہدے سے مستعفی ہوا اور اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد اس کا انتقال ہو گیا تھا۔(۶۲)

حواشی و حوالہ جات:

1.Everslay, Lord. The Turkish Empire its growth and decay. London. T.Fisher Unwin ltd . 1918. P: 168.

۲۔عذیر، محمد۔دولت عثمانیہ۔اعظم گڑھ، دار المصنفین شبلی اکیڈمی۔۲۰۰۹ء۔ج:۱۔ص:۲٤۸۔

۳۔ایضا۔ج:۱۔ص:۲۵۰۔

4.Poole, Stanley Lane. The Story of Turkey.New York. G.P. Putnam,s Sons . 1893. P: 221.

5.Creasy , Edward S. History of the Ottoman Tukrs from the Beginning of the Empire to the Present Time .New York. Henry Holl and Company . 1878. P:273.

6.Peirce, Leslie P. The Imperial Hareem . New York. Oxford University Press. 1993. P: 255.

7.Shaw, Stanford. History of the Ottoman Empire and Modern Turkey.New York. Cambridge University Press. 1997. V: 1.P: 210.

8۔انشاء اللہ ،محمد۔تاریخ خاندان عثمانیہ۔امرتسر۔روزبازار۔۱۸۹۹ء۔ج:۱۔ص:۲۸۹۔

9.Finkel,Caroline.Osman's Dreams.London.John Murray. 2006.P:256 .

10.Shaw, Stanford. Op.cit. V:1.P: 210.

11.Hathaway , Jane. The Arab Lansds under Ottoman Rule 1515-1800. New York. Routledge Taylor & Francis Group. 2013. P:76.

12.Finkel,Caroline.Op.cit.P:258 .

13.Shaw, Stanford. Op.cit. V:1.P: 211.

۱۴۔کیئر،ولاژون۔ تاریخ سلطنت عثمانیہ ۔(مترجم مولوی محمد مارماڈیوک پکتھال۔ مولوی سید ہاشمی فریاآبادی)۔لاہور۔مشتاق بک کارنر۔۲۰۱٦ء ۔ص :۱٦٦۔

15.Finkel ,Caroline.Op.cit. P:261.

16.Shaw, Stanford.Op.cit. V.1.P: 211.

17.Poole, Stanley Lane.Op.cit. P :222.

18.Finkel ,Caroline.Op.cit. P:255.

19.Creasy , Edward S.Op.cit.P: 275.

۲۰۔عذیر، محمد۔محولہ بالا۔ج:۱۔ص:۲۵۱۔

۲۱۔ایضا۔ج:۱۔ ص۔۲۵۱۔

22.Finkel,Caroline.Op.cit.P: 265.

23.Hathaway , Jane . Op.cit. P:77.

24.Poole, Stanley Lane.Op.cit .P:222 .

۲۵۔انشاء اللہ ،محمد، محولہ بالا۔ج:۱۔ص:۲۹٦۔

۲٦۔ایضا۔

27. Faroqhi, Suraiya N. (Ed.). The Cambridge History of Turkey. New York. Cambridge University Press. 2006.V:3.P: 51 .

28. Creasy, E.S .Op.cit .P:285.

29.Everslay, lord.Op.cit.P:173 .

30. Poole, Stanley Lane.Op.cit .P:225.

۳۱۔عذیر،محمد۔ محولہ بالا۔ج:۱۔ص:۲۵۵۔

32.Sugar, Peter F. Southeastern Europe under Ottoman Rule1354-1804.Seattle. University of Washington Press . 1996.P:198 .
۳۳۔عذیر،محمد۔محولہ بالا۔ج:۱۔ص: ۲۵٦۔
۳۴۔ایضا۔ص:۲۵۷۔
35.Creasy,E.S.Op.cit.P:288.
36.shaw, Standford.Op.cit. V:1.P:220.
37.Ibid. V: 1.P: 221.
۳۸۔عذیر ،محمد۔محولہ بالا۔ج:۱ ۔ ص:272۔
۳۹۔انشاء اللہ ، محمد۔ محولہ بالا۔ج:۲۔ص:۱۰۔
۴۰۔کیئر، ولاژون ۔محولہ بالا۔ص:۱۴۷۔
۴۱۔عذیر ، محمد ۔محولہ بالا۔ ج:۱۔ص :۲۷۳۔
۴۲۔انشاء اللہ ، محمد۔ محولہ بالا۔ج:۲۔ص:۱٦۔
43.Shaw,Standford.Op.cit.V:1.P:221.
44.Sugar,Peter F.Op.cit.P:200.
۴۵۔انشاء اللہ ، محمد۔محولہ بالا۔ج:۲۔ص:۲۰۔
46.Creasy, Edward.Op.cit.P:315.
47.Shaw, Standford. Op.cit. V: 1.P: 225.
۴۸۔کیئر،ولاژون۔محولہ بالا۔ص:۱۴۸۔
49.Palmer, Alan. The Decline & Fall of Ottoman Empire. New York. Barnes & Noble Books. 1994.P: 26.
50.Shaw, Stanford.Op.cit.V:1.P: 223.
۵۱۔عذیر،محمد۔محولہ بالا۔ج:۱۔ص:۲۸۲۔
52.Yurdusev, A . Nuri. Ottoamn Diplomacy: Conventional and Unconventional. New York. Palgrave Macmillan. . 2004. P: 89.
53.Jelavich , Barbara. History of the Balkans.New York. Cambridge University Press. 1995.V:1.P:65.
۵۴۔کیئر،ولاژون۔محولہ بالا۔ص:۱۴۹۔
۵۵۔انشاء اللہ ، محمد ۔محولہ بالا۔ ج:۲۔ ص:۳۹۔
56.Streusand, Douglas E . Islamic Gunpowder Empires Ottomans, Safavids and Mughals.Boulder.Westview Press. 2011.P:61.
57.Shaw, Stanford.Op.cit. V:1.P: 225.
۵۸۔انشاء اللہ ، محمد ۔محولہ بالا۔ ج:۲۔ ص:۳۰۔
59.Shaw, Stanford.Op.cit. V:1.P: 226.
60.Ibid, V: 1.P: 226.
61.Ibid.V:1.P:225.
٦۲۔کیئر،ولاژون۔محولہ بالا۔ص:۸۰۔

Reference:

1. Everslay, Lord. The Turkish Empire its growth and decay. London. T.Fisher Unwin ltd . 1918.
2. Uzair, Muhammad. Daulat- e- Usmania. Azam Garh. Darul Musanifeen Shibli Academy . 2009.V.1.
3. Ibid.
4. Poole, Stanley Lane. The Story of Turkey . New York. G.P. Putnam,s Sons . 1893.
5.Creasy , Edward S. History of the Ottoman Turks from the Beginning of the Empire to the Present Time .New York. Henry Holl and Company. 1878.
6.Peirce, Leslie P. The Imperial Hareem . New York. Oxford University Press . 1993.
7.Shaw, Stanford. History of the Ottoman Empire and Modern Turkey .New York . Cambridge University Press. 1997. V: 1.
8.Insha Allah, Muhammad. Tarikh –e-Khandan-e-Usmania. Amritsr.Roz Bazar. 1899.V.1.
9.Finkel,Caroline.Osman’s Dreams.London.John Murray. 2006.
10.Shaw, Stanford. Op.cit. V:1.

11.Hathaway , Jane. The Arab Lansds under Ottoman Rule 1515-1800. New York. Routledge Taylor & Francis Group. 2013.
12.Finkel,Caroline.Op.cit.
13.Shaw, Stanford. Op.cit. V:1.
14.Care, Walazo. Tarikh-e-Sultanat-e-Usmania.(Translated Muhammad Marma Duke Pakhthal . Mulvi Syed Hashmi Faria Abadi). Lahor. Mushtaq Book Corner . 2016.
15.Finkel ,Caroline.Op.cit.
16.Shaw, Stanford.Op.cit. V.1.
17.Poole, Stanley Lane.Op.cit.
18.Finkel ,Caroline.Op.cit.
19.Creasy , Edward S.Op.cit.
20.Uzair, Muhammd .Op.cit
21.Ibid.
22.Finkel,Caroline.Op.cit.
23.Hathaway , Jane . Op.cit.
24.Poole, Stanley Lane.Op.cit .
25.Insha Allaha, Muhammd. Op.cit. V.1.
26.Ibid.
27. Faroqhi, Suraiya N.and Fleet, Kate.(Ed.). The Cambridge History of Turkey. New York. Cambridge University Press. 2013.V:2
28.Creasy, E.S .Op.cit .
29.Everslay, lord.Op.cit.
30. Poole, Stanley Lane.Op.cit .
31.Uzair, Muhammad. Op.cit. V.1.
32.Sugar, Peter F. Southeastern Europe under Ottoman Rule1354-1804.Seattle. University of Washington Press . 1996.
33. Uzair, Muhammad. Op.cit. V.1.
34.Ibid.
35.Creasy,E.S.Op.cit.
36.shaw, Standford.Op.cit. V:1.
37.Ibid. V: 1.
38. Uzair, Muhammad. Op.cit. V.1.
39. Insha Allaha, Muhammd. Op.cit. V.1
40. Care, Walazo.Op.cit.
41. Uzair, Muhammad. Op.cit. V.1.
42. Insha Allaha, Muhammd. Op.cit. V.2
43.Shaw,Standford.Op.cit.V:1.
44.Sugar,Peter F.Op.cit.
45. Insha Allaha, Muhammd. Op.cit. V.2
46.Creasy, Edward.Op.cit.
47.Shaw, Standford. Op.cit. V: 1.
48. Care, Walazo.Op.cit.
49.Palmer, Alan. The Decline & Fall of Ottoman Empire. New York. Barnes & Noble Books. 1994.
50.Shaw, Stanford.Op.cit.V:1.
51. Uzair, Muhammad. Op.cit. V.1.
52.Yurdusev, A . Nuri. Ottoamn Diplomacy: Conventional and Unconventional. New York. Palgrave Macmillan. . 2004.
53.Jelavich , Barbara. History of the Balkans.New York. Cambridge University Press. 1995.V:1.
54. Care, Walazo.Op.cit.
55. Insha Allaha, Muhammd. Op.cit. V.2.

56.Streusand, Douglas E . Islamic Gunpowder Empires Ottomans, Safavids and Mughals.Boulder.Westview Press. 2011.
57.Shaw, Stanford.Op.cit. V:1.
58. Insha Allaha, Muhammd. Op.cit. V.2.
59.Shaw, Stanford.Op.cit. V:1.
60.Ibid. V: 1.
61.Ibid.V:1.
62. Care, Walazo.Op.cit.